رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴ — بسم اللہ الرحمن الرحیم — Regd. No. L. 5254

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ
عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

روزنامہ
الفضل
ربوہ
فی پرچہ ۲ آنہ

یوم : سہ شنبہ ★ ۷ ذیقعدہ ۱۳۷۴ھ

جلد ۴۴/۹	۲۸ احسان ۱۳۳۴ ہش ★ ۲۸ جون ۱۹۵۵ء	نمبر ۱۵۲

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق تازہ اطلاع

حضور بخیریت ہمبرگ پہنچ گئے — عام طبیعت اللہ تعالےٰ کے فضل سے اچھی — الحمد للہ

احباب حضور کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے درد دل سے دعائیں جاری رکھیں

ربوہ ۲۸ جون سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے متعلق بذریعہ تار جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

سگراون ہیگ ۲۴ جون تین بجکر پچپن منٹ بعد دوپہر

"سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی عام صحت اللہ تعالےٰ کے فضل سے نسبتاً بہتر ہے (الحمد للہ) البتہ گردن اور بائیں ٹانگ میں نقرس کی خفیف درد کی شکایت ہے۔ محمد اشرف اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری"

ہمبرگ ۲۵ جون ۱۰ بجے شب — "حضور ایدہ اللہ تعالےٰ بخیریت ہمبرگ پہنچ گئے ہیں۔ حضور کی طبیعت اللہ تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ۔ عبداللطیف مبلغ جرمنی"

اس سے قبل بذریعہ ہوائی ڈاک مندرجہ ذیل اطلاع موصول ہوئی:۔

"دی ہیگ ۱۸ جون ۱۹۵۵ء۔ صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نے ۱۶ جون تک حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق مندرجہ ذیل رپورٹ تحریر فرمائی ہے۔

"دس جون کو حضور مع قافلہ زیورک سے یورپ کی سیر اور اپنے مشنوں کے معائنہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مکرم چوہدری ظفر اللہ خانصاحب حضور کے ہمراہ تھے۔ پہلے وینس (اٹلی) گئے وہاں سے انسبروک (آسٹریا) اور وہاں سے نیورمبرگ (جرمنی) پھر براستہ بادگوڈسبرگ اٹھارہ جون کی شام حضور ہیگ تشریف لائے۔ ہیگ پہنچنے پر مکرم مولوی غلام احمد صاحب بشیر اور مکرم مولوی ابوبکر ایوب صاحب مع نومسلم بھائیوں کے استقبال کے لئے موجود تھے

دوران سفر حضور کی طبیعت عام طور پر اللہ تعالےٰ کے فضل سے اچھی رہی۔ البتہ لمبے سفر کی وجہ سے کوفت محسوس فرماتے رہے۔ ایک دن وینس اور ایک دن نیورمبرگ کچھ تکلیف حضور کو ہو گئی تھی۔ گھبراہٹ تھی۔ جس کا دل پر اثر تھا۔ مگر اللہ تعالےٰ کے فضل سے جلد طبیعت بہتر ہو گئی۔

نیورمبرگ میں وہاں کے نومسلم بھائیوں نے بہت اخلاص کا مظاہرہ کیا۔ برادرم چوہدری عبداللطیف صاحب بھی وہاں حضور کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ اور جرمن علاقہ تک حضور کے ہمراہ ہی رہے۔ انتظامی لحاظ سے مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب دوران سفر میں بہت ہی امداد فرماتے رہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ محمد اشرف پرائیویٹ سیکرٹری۔ احباب حضور کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

آئندہ نسلوں کو جنگ کی لعنت سے بچانا اقوام متحدہ کا نصب العین ہے

اقوام متحدہ کی دسویں سالگرہ کے اختتام پر ۶۰ ممالک کی طرف سے مشترکہ اعلان

سان فرانسسکو ۲۷ جون۔ کل رات اقوام متحدہ کی دسویں سالگرہ کی تقریب کے اختتام پر اقوام متحدہ کے تمام ممبر ملکوں کی طرف سے ایک مشترکہ اعلان جاری کیا گیا۔ جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ آئندہ نسلوں کو جنگ کی لعنت سے بچانا اقوام متحدہ کا نصب العین ہے۔ اعلان میں اس مشترکہ عزم کی توثیق کی گئی ہے۔ کہ جنگ سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔ کیونکہ دنیا کی خوشحالی کے لئے اس کی ضرورت ہے۔ اور جنگ کا نتیجہ بہرحال تباہی و بربادی ہے۔

کل رات جنرل اسمبلی کے صدر نے یہ مشترکہ اعلان پڑھتے ہوئے بتایا۔ کہ اقوام متحدہ کی دسویں سالگرہ کے موقع پر مختلف ممالک کے مندوبین نے جو تقاریر کی ہیں۔ اور جن خواہشات کا اظہار کیا ہے۔ ان کی بنیاد پر یہ اعلان مرتب کیا گیا ہے۔

اس موقعہ پر فلپائن کے نمائندہ نے جو گذشتہ سال جنرل اسمبلی کے صدر تھے۔ تقریر کرتے ہوئے کہا۔ اس سال دو اہم اور تاریخی واقعات ہوئے ہیں۔ ایک بنڈونگ کی ایشیائی کانفرنس اور دوسرا اقوام متحدہ کی سالگرہ۔ ان دونوں مواقع کی روئداد بتاتی ہے۔ کہ دنیا بھر کے ممالک عالمی امن کی ضرورت اور خواہش پر متفق ہو چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بین الاقوامی اجتماعات کے مواقع پر جو تقاریر کرتے ہیں۔ اور جن جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ انہیں عملی جامہ پہنایا جائے اور امن عالم کی خاطر ذاتی مفادات کو قربان کرنے کا پرخلوص جذبہ پیدا کیا جائے۔

ایران کے مسٹر نصر اللہ انتظام نے جو گذشتہ میں جنرل اسمبلی کے صدر تھے۔ تقریر کرتے ہوئے کہا — اقوام متحدہ کے ممبر ملکوں نے جس عزائم کا اظہار کیا ہے۔ اور جس طرح بار بار گفت و شنید کے ذریعے اختلافی امور کو طے کرنے کا نیک جذبہ ترقی پذیر ہے۔ اس کی بنا پر بجا طور پر کہا جا سکتا ہے۔ کہ ادارہ اقوام متحدہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہو چکا ہے۔

پولینڈ نے بھارت کے پانچ اصول منظور تسلیم کر لئے

وارسا ۲۷ جون۔ پولینڈ نے ہندوستان کے پیشکردہ پانچ اصولوں سے اتفاق کا اظہار کیا ہے۔

اس سلسلے میں آج صبح وارسا میں ایک معاہدہ پر دستخط کئے گئے۔ جس کے بعد بھارت اور پولینڈ کی طرف سے ایک مشترکہ اعلان جاری کیا گیا۔

نسلی پالیسی کے خلاف احتجاجات

کیپ ٹاؤن ۲۷ جون۔ کلے ماؤنٹ یہاں غیر یورپی باشندوں کی مختلف جماعتوں کا ایک اجتماع ہو رہا ہے۔ جس میں جنوبی افریقہ کی پالیسی کے خلاف احتجاج کیا جائے گا۔ وزیر اعظم چین مسٹر چواین لائی نے کانفرنس کے منتظمین کو ایک پیغام بھیجا ہے۔ جس میں دعا کی گئی ہے کہ نسلی پالیسی ختم کرنے کی کوششوں میں کامیابی نصیب ہو

امریکی طیارے پر حملہ کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار

سان فرانسسکو ۲۷ جون۔ روس کے ہوا بازوں نے امریکہ کے گشتی ہوائی جہاز پر جو حملہ کیا تھا۔ روسی وزیر خارجہ نے اس پر اظہار افسوس کیا ہے — کل رات اس سلسلے میں مسٹر مولوٹوف نے امریکی وزیر خارجہ مسٹر ڈلس کو ایک مراسلہ بھیجا اور جس میں انہوں نے اس حادثہ پر گو اظہار تاسف کیا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں کوئی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

صدر آئزن ہاور انتخاب لڑینگے

گٹس برگ ۲۷ جون۔ صدر آئزن ہاور کے بیان پہلی مرتبہ اس امکان کا اظہار کیا ہے کہ وہ ۱۹۵۶ کا صدارتی انتخاب لڑیں گے۔ اس کا اظہار انہوں نے نیو ہیمپشائر کے دورہ کے دوران ایک تقریر میں کیا۔

ایڈیٹر: روشن دین تنویر بی اے ایل ایل بی

مسعود احمد خورشید پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل ربوہ سے شائع کیا۔

روزنامہ الفضل ربوہ
مورخہ ۲۸ جون ۱۹۵۵ء

دین اور سیاست

پچھلے دنوں جب پاکستان کے وزیر داخلہ مسٹر سکندر مرزا نے کہا تھا کہ سیاست سے اسلام کو الگ رکھا جائے گا۔ تو ہمارے بہت سے بظاہر اسلام دوست عناصر ایک پرجز بز ہوئے تھے۔ اور سکندر مرزا کی ایسی گت بنگت کی گئی تھی کہ شاید وہ عمر بھر اس کو نہیں بھلا سکیں گے۔ حالانکہ مسٹر سکندر مرزا کا ہرگز وہ مطلب نہیں تھا۔ جو ان بظاہر اسلام دوست عناصر نے سمجھا تھا۔ اور جس کی تردید میں انہوں نے غور برپا کیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ سیاست میں خواہ وہ کتنی ہی دیندارانہ کیوں نہ ہو ایسی باتیں ضرور آتی ہیں۔ جو دین کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہوتی ہیں۔ اور اگر دین کو سیاست کے ساتھ باندھ دیا جائے۔ تو چار و ناچار بڑے بڑے زاہد کو بھی جو اپنی دانست میں اسلام کو اقتدار پر قابض کرانے کے لئے تگ و دو کرتے ہیں۔ بعض ایسے ہتھکنڈے مجبوراً استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ کہ جنہیں ایک حقیقی حق پرست انسان کبھی استعمال کرنا پسند نہ کرے گا۔

پھر آجکل کی سیاست تو ہے ہی محض پروپیگنڈا اور پروپیگنڈا جتنا اصلیت سے دور ہوتا ہے۔ اتنا ہی زیادہ پراثر سمجھا جاتا ہے۔ ایک اصلیت جو قدرتی طور پر ظہور کرتی ہے۔ اس کے ساتھ بہت سی ایسی باتیں لگی ہوتی ہیں۔ جو اصلیت کے اثر کو لوگوں کے رجحانات میں فٹ نہیں کر سکتیں اور اس لئے ان کے من وعن بیان کر دینے سے اثر نہیں ہوتا لیکن ایک جھوٹی بات سوچ سمجھ کر اور ناپ تول کر عوام کے رجحانات کے مطابق گھڑی جاتی ہے۔ اس لئے اس کا فوری اثر ہوتا ہے۔ خواہ بعد میں اس کی قلعی کھل جائے۔ مگر سیاستدان اس کے فوری اثر کا فائدہ اٹھانے سے نہیں ہچکچاتے بلکہ اس خیال سے کہ اگر اس کی تردید ہو بھی جائے تو یہ ضروری نہیں کہ جنہوں نے جھوٹی بات کا اثر لیا ہے۔ تردید بھی ان کی نظر سے گزرے۔ اس لئے وہ یہ خطرہ لے لیتے ہیں اور اپنی دانست میں کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل کر لیتے ہیں۔

اگر اس کا کچھ نہ کچھ عارضی ہی سہی فائدہ نہ ہوتا تو دنیا آج بہشت کا نمونہ بن گئی ہوتی۔ اور جھوٹے پروپیگنڈے کا فن مفقود ہو گیا ہوتا۔ مگر سیاست کی وجہ سے یہ فن دن دونی اور رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ بخیال خود دین اسلام کو برسر اقتدار لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور جن کا نظریہ یہ ہے کہ اسلام سیاست ہے اور سیاست اسلام ہے۔ اس کھیل سے نہیں بچ سکے۔ کیونکہ اسلام جس کو وہ برسر اقتدار لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ تو نظروں سے اوجھل ہوتا ہے۔ اور سیاسی چالیں سامنے رہ جاتی ہیں۔ ان کے لئے دین کی آئیڈیالوجی بذات خود کوئی چیز نہیں رہتی۔ بلکہ وہ طریق کار جو سیاسی حلقوں میں رائج ہوتا ہے۔ اس کو مجبوراً اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح دین کو جو نقصان پہنچتا ہے۔ وہ اس وقت محسوس تو نہیں ہوتا لیکن بعد میں فوراً ہی عام طور پر محسوس ہونے لگتا ہے۔ اور اس طرح ایسے لوگ جو دین کو قائم کرنے اور اسکو برسر اقتدار لانے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں خود دین کی بنیاد پر کلہاڑا چلا دیتے ہیں۔ اور دنیا میں اس کا وقار کھو دیتے ہیں

جہاں دین کو مخالفین نے نقصان پہونچایا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر ایسے لوگوں نے نقصان پہونچایا ہے جو بزعم خود دین کو سیاست اور تلوار کے زور سے دنیا پر غالب کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اگر یورپ کی عیسائی قوم صلیبی جنگیں نہ کرتیں۔ تو عیسائیت کا وقار اتنا نہ گرتا اسی طرح مسلمانوں میں جہاد کا نظریہ ہے جس کا مطلب تحقیقاتی عدالت نے اس طرح بیان کیا ہے۔ کہ

"مختصر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مقالہ سے اور بعض دوسری پیش شدہ تحریرات سے جن میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور مولانا شبیر احمد عثمانی کی کتابیں بھی شامل ہیں عقیدہ جہاد کے متعلق جو کچھ معلوم ہوا ہے۔ اس کا نتیجہ یہی نکلے گا۔ کہ اسلام اپنی تلوار اور فتوحات کے زور سے پھیلا ہے"

اس کے متعلق تحقیقاتی عدالت نے لکھا ہے۔

"اگلی سورتوں کی مندرجہ ذیل آیات میں وہ بلند ترین اور پاکیزہ اصول پیش کیا گیا ہے جس کا دھندلا سا تصور اب کہیں جاکر بین الاقوامی قانون دانوں کو نظر آنے لگا ہے۔ لیکن ہم یہ امر بھی تسلیم کر رہے ہیں۔ کہ بدقسمتی سے اسلام کی رب سے بڑی خصوصیت ہے

سورہ ۲ آیات ۱۹۰ - ۱۹۳

(۱۹۰) وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین

اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں کے ساتھ جو تمہارے ساتھ لڑنے لگیں۔ اور حد سے نہ نکلو۔ واقعی اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا

(۱۹۳) وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظالمین

اور ان کے ساتھ لڑو یہاں تک کہ فساد باقی نہ رہے۔ اور دین اللہ ہی کا ہو جائے۔ اور اگر وہ لوگ باز آجائیں۔ تو سختی کسی پر نہیں ہو سکتی۔ سوائے بے انصافی کرنے والوں کے

سورہ ۲۲ آیات ۳۹ - ۴۰

(۳۹) اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر

ان لوگوں کو لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے جن سے لڑائی کی گئی۔ کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور یقیناً اللہ ان کو غالب کر دینے کی پوری قدرت رکھتا ہے

(۴۰) الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز۔

جو اپنے گھروں سے بلاوجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ تعالے لوگوں کا ایک کا دوسرے سے زور نہ گھٹاتا رہتا تو صوامع خلوت خانے عبادتخانے اور وہ مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے۔ سب منہدم ہو گئے ہوتے۔ بے شک اللہ اس کی مدد کریگا جو اس کی مدد کرے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالے قوت والا اور غلبے والا ہے"

(تحقیقاتی رپورٹ اردو ص ۲۴۲ ۔ ۲۴۳)

"اسلام تلوار سے پھیلا ہے" یہ الزام غیروں نے تو ہی نہیں لگایا بلکہ ان لوگوں نے اس کے لئے وجہ پیدا کی ہے۔ جو جہاد کے اس نظریہ کے قائل ہیں۔ اور خوارج کی طرح ان الحکم الا للہ کے یہ معنے سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالے اپنی حکومت ان کے ذریعہ بزور شمشیر قائم کرنا چاہتا ہے

اسلام کو اس گروہ سے جو ناقابل تلافی نقصان پہونچا ہے۔ تاریخ اور دشمنان اسلام کی قابل نفرت تصانیف کا انبار جو روز بروز زیادہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس پر گواہ ہے یہی وجہ ہے کہ بعض مسلمان علماء نے دینی علم رکھنے والوں کو سیاست میں حصہ نہ لینے کی تلقین کی ہے۔ اور کہا ہے کہ انہیں سیاست کی اہلیت نہیں ہوتی۔ چنانچہ علامہ ابن خلدون کا مشہور قول ہے

العلماء ابعد الناس عن السیاسۃ

یعنے اہل علم لوگ سب سے زیادہ سیاست سے بیگانہ ہوتے ہیں۔

اس کا مطلب صرف یہ نہیں ہے۔ کہ دین کا علم رکھنے والے حضرات سیاست کو سمجھ نہیں سکتے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دین کے علم میں ماہر ہوتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ سیاست میں بعض غیر دینی طریقے مجبوراً اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ اس لئے ان کا علم دین انہیں ایسے طریقوں کو اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس لئے وہ سیاست سے الگ رہتے ہیں۔

اگر اس پر بھی کوئی دین کا علم رکھنے والا سیاسی امور میں براہ راست حصہ لیتا ہے۔ اور اسلام کو زور پر برسر اقتدار لانے کی کوشش کرتا ہے۔ یا اس کے سیاسی ہتھکنڈوں کو استعمال کرتا ہے۔ تو یا تو ہم اسے علم دین سے مبرا سمجھیں گے۔ اور یا کم از کم اس کو کم فہم اور نادان خیال کریں گے۔ جو اپنی سرگرمیوں سے اسلام کو نقصان پہونچاتا ہے۔ در آنحالیکہ وہ سمجھتا ہے۔ کہ وہ اسے فائدہ پہونچا رہا ہے۔

(۲) ذیل میں ہم اس کی ایک تازہ مثال پیش کرتے ہیں۔ یہ بات اسلامی جماعت کے تمام اخباروں میں بڑے طمطراق سے شائع ہوئی ہے۔ کہ حال میں جب مودودی صاحب سرگودہا تشریف لے گئے۔ تو انہیں سرگودہا کی بار ایسوسی ایشن کی طرف سے ایڈریس پیش کیا گیا۔ جس کی حقیقت شاید صرف اتنی تھی کہ بار ایسوسی ایشن کے کسی ممبر نے ذاتی طور پر ایڈریس پر دستخط کئے تھے۔ لیکن اسلامی جماعت کے اخباروں نے اسے جلی حروف میں اس طرح شائع کیا ہے۔ کہ گویا سرگودہ کی بار ایسوسی ایشن نے متفقہ طور پر مودودی صاحب کو ایڈریس پیش کیا ہے۔ ذیل کا خط جو ہم ملت مورخہ ۲۶ جون ۱۹۵۵ء سے نقل کرتے ہیں اس پر روشنی ڈالتا ہے

"لاہور کے ایک روزنامہ میں ایک خبر چھپی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن سرگودہا نے مولانا مودودی کی آمد پر ان کو ایک ایڈریس پیش کیا۔ یہ خبر بالکل غلط ہے۔ اس ایسوسی ایشن کی طرف سے کوئی سپاسنامہ وغیرہ پیش نہیں کیا گیا۔ اگر یہ خبر پروپیگنڈا مقصد کے طور پر شائع کی گئی ہے۔ تو یہ غیر ذمہ داری کی انتہا ہے۔ بار ایسوسی ایشن

محمدؐ ہست برہان محمدؐ

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے مدظلہ العالی

مورخہ ۳۰ جون کو یوم سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم منایا جا رہا ہے اس تقریب کی مناسبت سے حضرت میاں صاحب ممدوح کا ایک مضمون درج ذیل کیا جاتا ہے۔ جو آپ نے ۱۹۳۲ء میں الفضل کے خاتم النبیین نمبر کے لئے تحریر کیا تھا۔

حقیقی اور کامل تعریف

مصرعہ مندرجہ عنوان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی سلسلہ احمدیہ کے ایک قصیدہ سے ماخوذ ہے۔ جو آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت میں منظوم فرمایا تھا میں نے بہت غور کیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں جو الفاظ انسانوں کی طرف سے کہے گئے ہیں۔ خواہ وہ اپنے ہوں یا بیگانے۔ ان میں مصرعہ مندرجہ بالا سے بڑھ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور حقیقی اور کامل تعریف کا حامل کوئی فقرہ نہیں

سب سے بڑا کمال

بے شک دنیا میں تعریف کے مستحق لاکھوں انسان گزرے ہیں۔ اور ان میں سے بعض نے وہ مرتبہ پایا ہے۔ کہ آنکھ ان کی رفعت اور روشنی کو دیکھ کر خیرہ ہوتی ہے۔ اور یہ باکمال لوگ پائے بھی ہر میدان میں جاتے ہیں یعنی دین و دنیا کا کوئی شعبہ ایسا نہیں۔ جو ان لوگوں کے وجود سے خالی ہو۔ مگر ان میں سے کون ہے جس کی ہستی کا ہر پہلو اس کے کمال پر شاہد ہو۔ کون ہے جس کے وجود کا ہر ذرہ اس کے نور باطن کا پتہ دے رہا ہو؟ کون ہے جس کی ذات والا صفات کا ہر خلق اس کی یگانگت کی دلیل ہو۔ یقیناً یہ کمال صرف مقدس بانی اسلام (فداہ نفسی) کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور کوئی دوسرا انسان اس صفت میں آپ کا شریک نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن خداداد نے دنیا سے خراج تحسین حاصل کیا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ید بیضا نے ایک عالم کی آنکھ کو مسخر کر دیا۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے دم عیسوی سے روحانی مردوں نے زندگی پائی۔ مگر باوجود اپنے روحانی کمال کے حضرت مسیح ناصری نے موسےٰ علیہ السلام کا ید بیضا نہ پایا۔ حضرت موسےٰؑ کو باوجود اپنی رفعت شان کے حسن یوسف سے محرومی رہی حضرت یوسفؑ باوجود اپنے ظاہری و باطنی حسن کے حضرت موسےٰ کے ید بیضا اور حضرت مسیحؑ کے دم عیسوی کو نہ پا سکے۔

لیکن اسلام کا مقدس بانی اپنے ہر وصف میں یکتا ہو کر چمکا۔ اپنی ہر شان میں دوسروں سے بالا رہا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مصرعہ مندرجہ عنوان

یہ شعر بہت خوب ہے بہت ہی خوب ہے۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بھی ارفع ہے۔ آپ کا حسن حضرت یوسفؑ کے حسن کو شرماتا ہے۔ آپ کے ید بیضا کے سامنے حضرت موسےٰؑ کا ید بیضا ماند ہے۔ آپ کے انفاس روحانی سے حضرت عیسےٰ کے دم عیسوی کو کوئی نسبت نہیں۔ میں نے عرض کیا تھا۔ اور پھر کہتا ہوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن و کمال کی حقیقی تصویر صرف اس مصرعہ میں ملتی ہے۔ جو سلسلہ احمدیہ کے مقدس بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے نکلا۔ اور میرے اس مضمون کا عنوان ہے۔ میرا یہ دعوےٰ محض خوش عقیدگی پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ تاریخ کی معتبر ترین شہادت اس بات کو ثابت کر رہی ہے کہ راہ نمایان عالم میں صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات وہ ذات ہے جس کا ہر وصف ہر خط و خال ہر ادا آپ کے کمال کی دلیل ہے۔ اسی لئے قدرت نے آپ کے واسطے وہ نام تجویز کیا۔ جس کے معنے "مجسم تعریف" کے ہیں۔ اور مصرعہ مندرجہ عنوان کا بھی یہی مفہوم ہے۔ کہ اگر دنیا میں کوئی ایسی ہستی ہے کہ جس کا ہر وصف اسے ہر دوسرے شخص کے مقابلہ میں "محمدؐ" یعنے قابل تعریف ثابت کرتا ہو۔ اور اس کے لئے کسی بیرونی دلیل کی ضرورت نہ ہو۔ تو وہ صرف پیغمبر اسلام ہے۔

احسن تقویم کا کامل نمونہ

میرے لئے اس نہایت مختصر مضمون میں اپنے اس وسیع دعوےٰ کے دلائل لانے کی گنجائش نہیں ہے۔ اور نہ اس مضمون میں دلائل کا بیان کرنا میرا مقصد ہے۔ میں اس جگہ صرف یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ ہمارا رسول مرتبہ کیا رکھتا ہے۔ وہ کونسا مقام ہے جس نے اسے اس تعریف کا مستحق بنایا ہے۔ جو مصرعہ مندرجہ عنوان میں بیان کی گئی ہے۔ سو جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ وہ مقام یہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود نبوت و رسالت کے جملہ کمالات میں اس قدر ترقی یافتہ ہے۔ کہ کسی ایک وصف یا ایک کمال کو لے کر نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وہ آپ کا امتیازی خاصہ ہے۔ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سوانح نگار ہوں۔ اور خدا کے فضل سے آپؐ کے حالات زندگی کا کسی قدر مطالعہ رکھتا ہوں۔ اور میں نے آپ کے سوانح کا مطالعہ بھی ایک ناقدانہ تنقیدی نظر کے ساتھ کیا ہے۔ میں اس معاملہ میں اپنی ذاتی (گو معاملہ کی اہمیت کے مقابلہ میں نہایت ناچیز) شہادت پیش کرتا ہوں۔ کہ میں نے جب کبھی بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و محاسن کا جائزہ لے کر آپ کے وجود میں کسی امتیازی خاصہ کی تلاش کرنی چاہی ہے۔ تو میری نظر ہمیشہ ماندہ ہو کر لوٹ گئی ہے۔ اور کبھی کامیاب نہیں ہوئی۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی امت نے اپنے نبی میں اوصاف جلالی کا نور دیکھا۔ تو اسے لے کر اپنے بانی کی تعریف میں پل باندھ دیئے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متبعین نے اپنے مسیح کے اوصاف جمالی کا نظارہ کیا۔ تو اس سے مسحور ہو کر انہیں خدا کے پہلو میں جا بٹھایا۔

گوتم بدھ کے نام لیوؤں نے اپنے بانی کی نفس کشی اور فنائیت کو دیکھ کر اس کی مدح سرائی میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے مگر اسلام کا بانی خدا کے ذوالنور کی کامل تصویر تھا۔ اس لئے اس کے کمال نے اس بات سے انکار کیا۔ کہ اس کا کوئی وصف اس کے کسی دوسرے وصف سے ہیٹا ہو۔ وہ اپنی امت کی کامل اصلاح کا پیغام لایا تھا۔ اس لئے اس کی تصویر کا کوئی رنگ اس کے دوسرے رنگوں سے مغلوب نہیں ہوا تا ایسا نہ ہو۔ کہ اس کے متبع اس کے غالب رنگ سے متاثر ہو کر اصلاح کے ایک پہلو میں غلو۔ اور دوسروں میں نقصان کا طریق اختیار کر لیں۔ قدرت نے اس کے تمام قوائے فطری کی ایک سی آبپاشی کی۔ اور اس کے وجود میں اپنے اس فعل کو کہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کمال تک پہنچا دیا۔ اسی واسطے جہاں دوسرے نبیوں کی بعثت کے لئے الٰہی کلام میں ان کے حسب حال اور رنگ کے استعارے استعمال کئے گئے ہیں۔ وہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو خدا تعالےٰ نے خود اپنی آمد کہہ کر پکارا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جس طرح خدا کی ہستی کی بہترین دلیل خود خدا کی ذات ہے۔ جو بغیر کسی بیرونی توسل کے خود اپنی قدرت و جبروت کے زور سے اپنے آپ کو منواتی ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمال کی بہترین دلیل خود آپؐ کا وجود باجود ہے۔ جو اپنے ہر وصف میں ایک سی کشش اور ایک سی طاقت کے ساتھ دنیا سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے۔

نادر کرشمۂ قدرت

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت صرف ان روحانی کمالات تک محدود نہیں۔ جو نبوت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ بلکہ اس نادر کرشمۂ قدرت نے دین و دنیا کے جس میدان میں قدم رکھا ہے۔ وہاں حسن و احسان کا ایک کامل نقش اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔ یہ دلائل و امثلہ کی بحث میں پڑنے کا موقعہ نہیں۔ ورنہ میں تاریخ سے مثالیں دے کر بتاتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب بچہ تھے۔ تو بہترین بچہ تھے۔ اور جب جوان ہوئے تو بہترین جوان نکلے۔ ادھیڑ عمر کو پہنچے۔ تو ادھیڑ عمر والوں میں بے مثل تھے۔ اور جب بوڑھے ہوئے تو بوڑھوں میں لاجواب ہوئے۔ شادی کی تو بہترین خاوند بنے۔ اور جب بادشاہ بنے۔ تو دنیا کے بادشاہوں کے سرتاج نکلے۔ کسی کے دوست ہوئے۔ تو جہان کی دوستیوں کو شرما دیا۔ اور اگر کوئی آپ کا دشمن بنا۔ تو اس نے آپ کو بہترین دشمن پایا۔ اس نے اپنی آنکھوں کو آپؐ کے سامنے ہمیشہ کے لئے نیچا کر دیا۔ فوج کی کمان لی۔ تو دنیا کے جرنیلوں کے لئے ایک نمونہ بن گئے۔ اور سیاست کی تو سیاست کا ایک بہترین ضابطہ اپنے پیچھے چھوڑا۔ انتظامی حاکم بنے۔ تو ضبط و نظام کی مثال بن گئے۔ اور قضا کی کرسی پر بیٹھے۔ تو عدل و انصاف کا مجسمہ نظر آئے۔ فاتح بنے تو دنیا کے فاتحین کو ایک سبق دیا۔ اور کبھی کسی معرکہ میں حکمت الٰہی سے مفتوح ہوئے۔ تو مفتوح ہونے کا بہترین نمونہ قائم کیا۔ معلم خیر بنے تو جذب و تاثیر میں عدیم المثال نکلے۔ اور عابد کا لباس پہنا۔ تو تعبد کو انتہا تک پہنچا دیا۔ اور پھر ایسا نہیں ہوا کہ کبھی کسی وصف پر زور ہو۔ اور کبھی کسی وصف پر۔ بلکہ اپنے اپنے موقعہ پر ہر وصف کا دوسرے اوصاف کے ساتھ ساتھ کامل طور پر ظہور رہا۔ اور جب بالآخر خدا کی طرف سے واپسی کا پیغام آیا۔ تو موت کا کیسا دلکش اور کیسا پیارا نقش پیش کیا کہ نزع کا عالم ہے۔ اور روح جسم کے ساتھ اپنی آخری کڑیاں توڑ رہی ہے۔ اور یہاں زبان پر یہ الفاظ ہیں کہ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم۔ یعنے اے مسلمانو تم خدا کی عبادت میں کبھی سست نہ ہونا کہ وہ ہر خیر و برکت اور ہر قوت و طاقت کا منبع ہے۔ اور دنیا

میں جو لوگ تم سے کمزور ہوں۔ اور تمہارے اختیار کے نیچے رکھے جائیں۔ ان کے حقوق کی حفاظت کرنا" اور جب رشتہ حیات ٹوٹنے کے لئے آخری جھٹکا کھاتا ہے۔ تو آپ کی زبان پر یہ الفاظ ہیں۔ اللھم بالرفیق الاعلٰی۔ اللھم بالرفیق الاعلٰی یعنی اے آقا تو اب مجھے اپنی رفاقت اعلےٰ میں لے لے مجھے اپنی رفاقت اعلےٰ میں لے لے"۔

مطہر زندگی اور مطہر موت

یہ اسی پاک و مطہر زندگی۔ اور پاک و مطہر موت کا اثر تھا۔ کہ جب وفات کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے آپ کے چہرۂ مبارک پر سے چادر ہٹا کر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا تو اس زندگی بھر کے رفیق کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے کہ طبت حیاً و میتاً۔ یعنی تو زندہ تھا تو وہ بہترین زندگی کا مالک تھا اور فوت ہوا۔ تو بہترین موت کا وارث بنا۔ کیا کسی اور نبی کے اوصاف میں یہ ہمہ گیر افضلیت نظر آتی ہے۔ بلکہ میں پوچھتا ہوں۔ کہ کیا کوئی اور نبی ایسا گذرا ہے۔ جس کی زندگی اتنے مختلف پہلوؤں کے مناظر پیش کرتی ہو؟

من کل الوجوہ افضلیت

یہ اسی ہمہ گیر افضلیت کا ثمرہ تھا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے لئے ایسی کامیابی مقدر کی۔ جس کی مثال کسی اور نبی کی زندگی میں نہیں ملتی بے شک خدا کے ازلی وعدہ لاغلبن انا و رسلی کے ماتحت ہر نبی کے لئے غلبہ مقدر ہوتا ہے۔ مگر غلبہ کے بھی مدارج ہیں۔ اور یقیناً جو غلبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصیب ہوا۔ اس کے سامنے دوسرے نبیوں کی کامیابی اسی طرح ماند ہے جس طرح سورج کی روشنی کے سامنے دوسرے اجرام سماوی کی روشنی ماند ہوتی ہے۔ غرض جس جہت سے بھی دیکھا جائے۔ جس پہلو سے بھی مشاہدہ کیا جائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والاصفات دوسرے رہنمایانِ عالم سے اس طرح ممتاز و فائق نظر آتی ہے۔ جیسے ایک بلند مینار آس پاس کی تمام عمارتوں سے ممتاز و بالا ہوتا ہے۔ اور آپ کا یہ امتیاز کسی ایک وصف یا کسی ایک شعبۂ زندگی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بلکہ ہمہ گیر اور من کل الوجوہ ہے اسی لئے جہاں دوسرے انبیاء و مرسلین کی تعریف میں ان کے خاص خاص اوصاف کو چن لیا جاتا ہے۔ وہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی تعریف سوائے اسکے اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ کہ:

"محمدؐ ہست برہان محمدؐ"

اللھم صل علٰی محمد و بارک وسلم

خاکسار خاکپائے رسول عربی میرزا بشیر احمد

حضرت مولوی نذیر احمد علی صاحب کی مجاہدانہ وفات

مرحوم اولوالعزم حوصلہ مند مبلغ اور بہترین استاد تھے

(از مکرم مولوی ابو العطاء صاحب فاضل)

انسانی زندگی عارضی اور ناپائیدار ہے۔ موت کے بعد انسان کی اچھی یا بری یاد ہی قائم رہتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے ہاں اسے اپنے اعمال کی جزا و سزا ملتی ہے۔ جو شخص اپنی مستعار زندگی کو اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق خدمت دین کے لئے وقف رکھتا ہے۔ وہ نہایت خوش قسمت اور سعادت مند انسان ہے۔ ایسے لوگ اللہ تعالےٰ کے لئے جیتے اور اسی کے لئے مرتے ہیں۔ ان کی زندگی بھی مبارک ہوتی ہے۔ اور ان کی وفات بھی ان کے درجات کی بلندی کے لحاظ سے بابرکت ہوتی ہے درحقیقت ایسے پاکیزہ انسان قوموں کا ستون اور زمین کی زینت ہوتے ہیں ان کے وجود پر اہل زمین کو فخر ہوتا ہے۔ اور آسمان کے فرشتے ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔

ہمارے واجب الاحترام بھائی حضرت الحاج مولوی نذیر احمد علی صاحب رضی اللہ عنہ ان خوش بخت انسانوں میں سے ایک ہیں جنہیں سالہا سال تک اپنے اہل و عیال اور وطن سے دور خدمت اسلام بجا لانے کی توفیق نصیب ہوئی۔ انہوں نے اپنی ان قربانیوں کو اپنی خوش نصیبی سمجھا اور وہ ہمیشہ اپنی خوش بختی پر نازاں رہے۔ گذشتہ ماہ عید الفطر سے قبل میں نے قادیان میں ہی اخویم مکرم حضرت مولوی صاحب موصوف کی وفات کی خبر سنی۔ جس سے دل کو بہت صدمہ ہوا مگر جوں جوں اس واقعہ پر غور کرتا رہا۔ اس میں انفرادی اور جماعتی طور پر اللہ تعالےٰ کی بہت سی حکمتیں نظر آئیں۔ بار بار خیال آتا کہ ہمارے اس جوان ہمت بھائی کی کس قدر اولوالعزمی تھی اور وہ قربانیوں کے میدان میں کس قدر سبقت لے جانیوالا انسان تھا۔ مولوی صاحب موصوف اپنے ابتدائی ایام سے ایک باہمت اور حوصلہ مند احمدی مبلغ تھے۔ میں انہیں ابتداء سے جانتا ہوں اور ان کے جوش اور جذبات قربانی کو ہمیشہ رشک بھری نگاہ سے دیکھتا رہا ہوں۔ انہوں نے ربع صدی سے زیادہ عرصہ خدمت دین کے لئے مغربی افریقہ میں گذارا ہے۔ مجھے خوب یاد ہے۔ کہ جب میں فلسطین میں تھا اور میں نے رسالہ البشریٰ جاری کیا۔ تو جناب مولوی صاحب موصوف نے اس پر بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار کیا اور لکھا کہ آپنے اس رسالہ کے ذریعہ سلسلہ کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ مغربی افریقہ میں عربی سمجھنے والے اور بولنے والے پائے جاتے ہیں۔ ان کے لئے ہمیشہ مولوی صاحب ایک خاص تعداد میں رسالہ البشریٰ اور دوسرے عربی ٹریکٹ منگواتے تھے۔ اور انہوں نے قادیان آنے پر ہمیشہ ہی دعوتوں کے موقعہ پر اس امر کا اظہار کیا کہ ہر مبلغ کے لئے اساسی طور پر عربی زبان کا جاننا بلکہ اس کا بولنا لازمی امر ہے۔ ان کے آخری مرتبہ تشریف لانے پر جبکہ میں جامعہ احمدیہ میں بطور پرنسپل کام کرتا تھا۔ ہم نے متعدد مبلغین کے اعزاز میں ایک دعوت دی اور ہر مبلغ سے درخواست کی کہ وہ موقعہ کے مناسب حال مختصر طور پر ایک ایک نصیحت طلبہ کو فرمائیں۔ حضرت مولوی صاحب مرحوم نے جو نصیحت اس موقعہ پر کی وہ بھی یہی تھی کہ ہونے والے مبلغین کو عربی زبان پر اقتدار حاصل ہونا چاہیئے۔

میرے جامعۃ المبشرین آنے پر میں نے کوشش کر کے دوبارہ محترم مولوی نذیر احمد علی صاحب کے عارضی طور پر بطور پروفیسر جامعۃ المبشرین میں کام کرنے کی منظوری حاصل کی۔ میں یہ شہادت ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ حضرت مولوی صاحب نے جامعۃ المبشرین میں نہایت محنت، خلوص، اور کامل محبت کے ساتھ طلبہ کو پڑھایا ہے۔ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں اپنی صحت کی کمزوری کے باوجود اتنی محنت کرتے تھے کہ مجھے کئی دفعہ انہیں کہنا پڑا کہ آپ اتنی محنت نہ کریں کچھ آرام کریں۔ مگر ہر دفعہ ان کا یہی جواب ہوتا تھا۔ کہ یہ غیر ملکوں سے آئے ہوئے طالبعلم ہیں۔ نہ معلوم ان کو پڑھنے کیلئے کتنا وقت ملے۔ اور پھر ہم ان کو پڑھا سکیں یا نہ پڑھا سکیں۔ یہ لوگ اپنے اپنے ملکوں میں جا کر سلسلہ کے نمائندہ بننے والے ہیں اسلئے جتنی محنت ہو سکے۔ ہمیں ان کے ساتھ کرنی چاہیئے۔ حضرت مولوی صاحب اپنی جلیل القدر خدمات کی وجہ سے ہماری نگاہوں میں خاص احترام رکھتے تھے۔ لیکن بایں ہمہ نظام کی پابندی میں وہ ایک بہترین نمونہ تھے

ابھی وہ جامعۃ المبشرین میں پڑھایا کرتے تھے۔ کہ معلوم ہوا کہ انہیں ایک خاص ضرورت کے پیش نظر مغربی افریقہ بھجوایا جانے والا ہے ان کی صحت کمزور تھی اور بظاہر لمبے عرصہ کے لئے سفر کے قابل نہ تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے محبوب آقا ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ارشاد پا کر فوراً رخت سفر باندھ لیا۔ اور خدا تعالےٰ کی راہ میں سفر کے لئے "یار پرند" مجھے وہ نظارہ نہیں بھول سکتا۔ جب کہ وہ گاڑی پر سوار ہونے کے لئے اپنے رفقاء سے مل کر نہایت مستعدی اور جلال کے ساتھ دفتر جامعۃ المبشرین سے نکل کر سٹیشن کے لئے روانہ ہوئے تھے۔

حضرت مولوی نذیر احمد علی صاحب کی زندگی نہایت عزت کی زندگی تھی۔ وہ نہایت صابر اور قانع انسان تھے۔ کبھی شکوہ شکایت زبان پر نہ لاتے تھے۔ اور اپنی طبعی غیرت کی وجہ سے کسی کی دی ہوئی امداد کو قبول کرنے کے لئے بھی تیار نہ ہوتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ جس طرح وہ خوددار ہیں۔ اسی طرح ان کے تمام شاگرد بھی خوددار ہوں اور دین کی خدمت کے سلسلہ میں اللہ تعالےٰ کے اجر کے سوا کسی اور معاوضہ پر نگاہ نہ رکھیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ بدء الاسلام غریباً وسیعود کما بدأ فطوبٰی للغرباء۔ کہ اسلام کمزور اور غریب الوطنی کی حالت میں شروع ہوا ہے۔ اور آخری زمانہ میں ایک مرتبہ پھر اس کی یہی حالت ہو جائے گی۔ پس وہ انصار دین جو غریب الوطنی اختیار کر کے دین کی خدمت بجا لاتے ہیں۔ بڑے ہی مبارکباد ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے "ومن ذھب الی البلاد الانکلیزیۃ خالصاً للّٰہ فھو احد من الاصفیاء وان ادرکتہ الوفاۃ فھو من الشھداء۔ کہ جو شخص وعظ کے لئے انگریزی ملکوں کی طرف خالصاً للہ ہو جائے گا۔ پس وہ برگزیدوں میں سے ہوگا اور اگر اسے موت آئے گی۔ تو وہ شہیدوں میں ہوگا۔" (نور الحق حصہ دوم) پس ہمارے محترم اور معزز بھائی نذیر احمد علی صاحب رضی اللہ عنہ کی یہ مجاہدانہ موت ان کی شہادت ہے۔ انہوں نے اپنی اس موت کے ذریعہ سے احمدی نوجوانوں کو دعوت دی ہے۔ کہ وہ دین کی خدمت کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے آمادہ رہیں دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے اولوالعزم مجاہد بھائی کی روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ اور ان کے پسماندگان اولوالعزم بوڑھے والد، پیکر ایثار بیوی، اور جوان ہمت بیٹوں کو صبر اور حوصلہ کی توفیق عطا فرمائے اور انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

ذکوٰۃ کی ادائیگی اموال کو بڑھاتی ھے اور تزکیۂ نفس کرتی ھے۔

اسلامی نظام حکومت کیونکر قائم ہو سکتا ہے

از خواجہ خورشید احمد صاحب سیالکوٹی مبلغ سلسلہ احمدیہ

ایک عرصہ سے سرزمین پاکستان میں اسلامی آئین کے قیام کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ اور ارباب حکومت پر زور دیا جا رہا ہے۔ کہ جس قدر جلد ہو سکے۔ وہ اسلامی آئین پر حکومت پاکستان کی تشکیل کریں۔

لیکن سوال یہ ہے۔ کہ علماء اور عوام جس قسم کا اسلامی نظامِ حکومت کا قیام چاہتے ہیں۔ موجودہ حالات کی موجودگی میں کبھی اور کسی ملک میں ایسی حکومت قائم بھی ہوئی ہے؟ اگر گذشتہ تاریخ اسلام پر نگاہ ڈالی جائے۔ تو اس امر کی کسی زمانہ میں بھی مثال نہیں مل سکتی۔ کہ مسلمانوں کے ہاں افتراق و انتشار اور اخلاقی اور روحانی اعتبار سے انتہائی درجہ کی پستی و تنزل واقع ہونے کی وجہ سے کبھی مذکورہ بالا قسم کی اسلامی حکومت قائم ہوئی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر سچا اور مخلص مسلمان دل سے اس امر کا بشدت خواہشمند ہے۔ کہ پاکستان کیا سارے عالم میں ہی خدائے بزرگ و برتر اور اس کے پاک رسول حضرت محمد عربی صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا روحانی تسلط قلوب انسانی پر جم جائے۔ اور ابن آدم ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوتے ہوئے روحانیت کے انتہائی مقام کو حاصل کرلے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ عہد حاضرہ میں پاکستان اور دیگر اسلامی ملکوں کے مسلمان جن حالات میں سے گزر رہے ہیں۔ ان کی موجودگی میں کیا محض حکومت سے مطالبہ کرنے اور پراپیگنڈا کرنے سے اسلامی طرزِ حکومت کا قیام ممکن بھی ہے؟

ظاہر ہے کہ موجودہ زمانہ کے مسلمان فقدانِ روحانیت اور ضعفِ ایمان کے باعث شریعت غرا کے پیش فرمودہ اصول و قوانین اور تعلیمات سے کوسوں دور ہیں۔ ان کی موجودہ اخلاقی عملی اور روحانی حالت ایسی نہیں۔ کہ یہ یقین کیا جائے۔ کہ اسلامی حکومت کے آئین کو ترویج دینے کی صورت میں فوراً ہی یہ سرِ تسلیم خم کرلیں گے۔ اور انہیں قطعاً کسی قسم کے چون و چرا کی گنجائش نہ ہوگی۔

اگر اسلامی آئین کے قیام پر زور دینے والے علماء اور عوام فی الحقیقت خدا تعالےٰ اور اس کے مقدس رسول پاکوں کے سردار۔ رسولوں کے فخر ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے سچی عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ اور اسلامی حکومت کا تصور ان کے دل و دماغ میں ہر آن سمایا ہؤا ہے۔ تو ان کی خدمت میں ہم نہایت ادب سے عرض کریں گے۔ کہ محترم بھائیو! خدارا کمر ہمت باندھ کر عزم صمیم کے ساتھ میدانِ عمل میں قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح نکل آؤ۔ اور نہ صرف پاکستان میں بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے اندر ایک عظیم الشان روحانی تغیر پیدا کر دو۔ تو ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ آپ کی ایسی مساعی جمیلہ کے نتیجہ میں زمین و آسمان کو پیدا کرنے والی قادر ہستی اسلامی آئین پر مشتمل ایک ایسی عالمگیر روحانی سلطنت قائم فرما دیگی۔ کہ جس کے تحت ابنائے آدم حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بجا لانے کے لئے خود بخود تیار ہو جائیں گے۔

لیکن کس قدر حیرت و استعجاب کا مقام ہے۔ کہ جو لوگ "حکومت الٰہیہ" کا نعرہ سالہا سال سے بلند کر رہے ہیں۔ ان کی اپنی حالت ایسی دگرگوں ہے۔ کہ جس کے اظہار پر ایک مومن انسان کے قلب و روح پر کپکپی سی طاری ہو جاتی ہے۔ آج کون درد مند مسلم ہے۔ جو ملت اسلامیہ کی خستہ حالی پر خون کے آنسو نہیں رو رہا۔ اس دورِ آخر میں "اسلام اور مسلمان" کے موضوع پر جو بھی کتب اور رسائل و اخبارات شائع ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک پر نگاہ ڈالو۔ تو آپ کو اس میں یہی لکھا ہؤا نظر آئے گا۔ کہ مسلمان جیتے جی ہی مر گئے۔ بے خانماں برباد ہو گئے۔ ان کے اخلاق و اعمال اور کردار و اطوار بگڑ گئے۔ آسمانِ روحانیت سے انہیں ذلت و ادبار کے گڑھے میں دے مارا۔ خدا تعالیٰ کی عون و نصرت ان سے اٹھ گئی۔ اور یہ قوم دولتِ ایمان سے محض بے نصیب ہو گئی وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ جناب ڈاکٹر محمود حسن خاں صاحب "مسلم علماء کانفرنس" منعقدہ کراچی میں ۱۵ر فروری ۱۹۵۲ء کو "بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ" تقریر کرتے ہوئے اپنے "خطبہ استقبالیہ" میں بیان فرماتے ہیں

"ہم صراط مستقیم سے منحرف ہو گئے ہیں۔ ہم نے اس تعلیم پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ جو نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی وساطت سے ہم کو دی گئی تھی۔ ہم میں اس کردار کا فقدان ہے۔ جو بحیثیت مسلمان کے ہم میں ہونا چاہیئے۔ ہماری زبانوں پر خدائے وحدہٗ لاشریک کا نام ہے۔ لیکن ہمارے دل سینکڑوں خداؤں کی ہیبت سے کانپ رہے ہیں۔"

("خطبہ استقبالیہ" مطبوعہ مسلم پرنٹنگ پریس کراچی)

رسالہ "الفرقان" لکھنؤ کی ایک اشاعت میں لکھا ہے:۔

"اس وقت صورت یہ ہے۔ کہ مسلمان قوم کی اکثریت عملاً نا مسلمان ہے۔ نہ ان کی سیرت مسلمانوں کی سیرت ہے۔ نہ ان کے اعمال و اخلاق۔ اسلامی اعمال و اخلاق ہیں۔ دلوں میں خدا کا خوف نہیں۔ آخرت کی فکر نہیں۔ اللہ و رسول کے احکام کی پروا نہیں۔ قریباً ہر طبقہ میں اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے۔ جن کی عملی زندگی اسلامی احکام سے آزاد ہے۔ مثلاً ان میں جو حکومت کے عہدوں پر ہیں۔ اگر ان میں اپنے افسران بالا کا خوف نہ ہو۔ تو رشوت ستانی میں وہ غیر مسلموں سے بھی سبقت لے جانے والے ہیں۔ جو تاجر اور کاروباری ہیں۔ وہ کاروبار میں جھوٹ فریب سے کام لیتے ہیں۔ غیر مسلموں سے زیادہ بے باک ہیں۔ غریب اور جاہل طبقہ میں آوارگی اور بد اخلاقی عام ہے۔ اگر یہ کہا جائے۔ تو مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ ہماری اکثریت بلکہ غالب اکثریت کی حالت اس سے بدتر ہے۔ جیسی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی بعثت کے وقت یہود و نصاریٰ کی تھی۔ حتیٰ کہ دین و مذہب کی نمائندگی کرنے والے طبقہ کی اکثریت میں بھی کم و بیش وہ سب خرابیاں موجود ہیں۔ جو اس وقت یہود کے احبار اور نصاریٰ کے رہبان میں تھیں۔ اور قرآن نے جابجا جن کی شکایات کی ہیں۔"

(رسالہ "الفرقان" لکھنؤ جلد ۱۶ نمبر ۳ صفحہ ۱۲)

اسی طرح "الفرقان" لکھنؤ کی ایک اور اشاعت میں لکھا ہے۔ کہ

"اس وقت مسلمانوں کی غالب اکثریت کا حال وہی ہے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی بعثت اور قرآن کے نزول کے وقت اہل کتاب کا خاص طور سے یہود کا تھا۔ کہ وہ زبان سے ان عقیدوں کے اقراری تھے۔ اللہ کو اپنا واحد الٰہ و رب مانتے تھے۔ حضرت موسیٰ کو خدا کا سچا رسول اور اپنے آپ کو ان کا امتی کہتے تھے تورات کو اللہ کی کتاب یقین کرتے تھے۔ آخرت کی جزا سزا کے بھی قائل تھے۔ غرض ان میں سے کسی چیز کے بھی وہ منکر نہ تھے۔ مگر بات یہ تھی۔ کہ ان کے یہ عقیدے بے حد کمزور ہو چکے تھے۔ اور زندگی پر جو اثر ہونا چاہیئے تھا۔ وہ نہ تھا۔ خدا پرستی اور خدا کی بندگی پر عملاً غرض پرستی اور نفس و خواہشات کی بندگی غالب تھی۔ دنیوی مال و دولت اور عزت و جاہ کی طمع میں آخرت کو برباد کر دینا ان کی عام سیرت تھی۔ اپنے رسول کے احکام اور اس کی لائی ہوئی کتاب کی ہدایات کے وہ پابند نہیں رہے تھے۔ اور ان کی بھی وہ غیر ایمانی زندگی تھی جس سے اللہ تعالےٰ سخت ناراض تھا۔ آج غور کیجئے بالکل یہی حالت مسلمان قوم کی غالب اکثریت کی ہے۔" (رسالہ "الفرقان" لکھنؤ جلد ۱۶ نمبر ۱۱ صفحہ ۱۵)

یہ تو آپ نے عوام مسلمانوں کی حالت ملاحظہ فرمائی ہے۔ اب ذرا علمائے وقت کی حالتِ زار کا مشاہدہ فرمائیں۔ مولانا محی الدین احمد صاحب بی اے قصوری "دیگراں نصیحت خود میاں فضیحت" کی سرخی کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

"ہمارے علمائے کرام ...... پند و موعظت میں نہایت ہوشیار۔ پورے سرگرم کامل الفن جب بولنے پر آئیں۔ تو فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیں۔ مضامین بادل کی طرح چلے آتے ہیں۔ آیات و روایات کا مینہ برسنے لگ جاتا ہے۔ بجز صدیق اکبر فاروق اعظم جنید اور بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے اور کسی کا نمونہ ہی ان کی زبان مبارک سے نہیں نکلتا۔ سننے والوں پر یہ اثر ہوتا ہے کہ مقرر اسلام اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے عشق میں گھلا جاتا ہے۔ خدا کے خوف سے ہر دم و مولرزاں ہے۔ لیکن اگر کسی طرح ان کے حالات پر سے پردہ اٹھ جائے۔ یا کسی طرح کوئی شخص چوری چھپے ان کے محل سرائے میں پہنچ جائے۔ تو دیکھنے والے پر سکتہ طاری ہو جائے۔ حیرت و استعجاب سے ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ اور اس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل جائے۔ کہ الٰہی یہ وہی شخص ہے۔ جو کل ممبر یا سٹیج پر کھڑے ہو کر اسلام کی ترجمانی۔ حضرت بایزید کی نمائندگی اور حضرت جنید بغدادی کی قائم مقامی کر رہا تھا۔ جس کی آنکھیں "اسلام کو خطرے" میں دیکھ کر لہو کے آنسو بہا رہی تھیں۔ جس کا جسم خشیتِ الٰہی سے بید لرزاں بنا ہؤا تھا۔ علمائے بیش انہیں کے لئے کہہ گئے ہیں ؎

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر مے کنند
چوں بخلوت می روند آں کار دیگر مے کنند"

(اخبار الاعتصام جلد ۳ نمبر ۶ صفحہ ۶)

اسی طرح رسالہ "حقیقت اسلام" لاہور کی ایک اشاعت میں لکھا ہے کہ

"ایں دریں حالات کوئی تعجب نہیں اگر خود غرض لیڈروں کی ایک کثیر جماعت مسلمانوں پر بلائے درماں کی طرح مسلط نظر آتی ہے۔ اور یہ لوگ بلا تکلف ذاتی اغراض کے لئے قوم کو تباہ کرتے رہتے ہیں۔ ہزارہا روپیہ چندہ کی شکل میں وصول کرتے ہیں۔ اور کبھی حساب شائع نہیں کرتے۔ ان لوگوں کی اکثریت کسی اصول کی پابند نہیں۔ بلکہ ان کا طریق کار صرف یہ ہے۔ کہ ؎

"خیر "نواب" کی مناتے ہیں
جس کا کھاتے ہیں اس کا گاتے ہیں"

(رسالہ "حقیقت اسلام" جلد ۱ نمبر ۳ صفحہ ۲ و ۳)

(باقی)

زعماء صاحبان انصار کی ذمہ واری

توسیع اشاعت اخبار "الفضل" کے متعلق

یوں تو توسیع اشاعت اخبار الفضل کے متعلق ہر ایک احمدی پر ذمہ واری عاید ہوتی ہے۔ جس کے متعلق حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گذشتہ جلسہ سالانہ ۱۹۵۴ء پر خاص طور پر بدیں الفاظ تحریک فرمائی تھی:۔

"سلسلہ کے اخبارات میں سب سے اوّل الفضل کا مقام ہے اور یہی حقیقت ہے۔ الفضل ایک روزنامہ ہے جس کے ذریعہ احباب کو ہر روز سلسلہ کی خبریں پہنچتی ہیں اور احباب کا تعلق سلسلہ سے روز بروز مضبوط تر ہوتا جاتا ہے اور ایمان کے لئے باعث ازدیاد ہوتا ہے۔"

اسی طرح حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"اخبار قوم کی زندگی کی علامت ہے۔ جو قوم زندہ رہنا چاہتی ہے۔ اسے اخبار کو زندہ رکھنا چاہیئے "الفضل" جماعت احمدیہ کا قومی اور مرکزی اخبار ہے۔ لیکن اس کی اشاعت جماعت کی وسعت کے مقابل پر بہت کم ہے۔ احباب کو اس کی اشاعت بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔"

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ بالا ارشاد کے پیش نظر اس اخبار کی اہمیت کے متعلق کچھ مزید لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ ہر ایک احمدی حتی الوسع اس کی توسیع اشاعت کے لئے کوشاں ہوگا — لیکن جلسہ سالانہ پر نہ تو ہر ایک احمدی کو بلاواسطہ حضور کے ارشادات کو سننے کا موقعہ ملتا ہے اور نہ اخبارات میں اخبار الفضل کی توسیع اشاعت کے متعلق اعلانات پڑھنے اور سننے کا۔ بعض دیہاتی جماعتوں کے متعلق تو یہ علم ہوا ہے کہ وہاں اخبار الفضل جاتا ہی نہیں۔

اس لئے زعماء صاحبان انصار کا فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں الفضل کے خریدار بنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ تا احباب اس اخبار کو پڑھ کر خود بھی فائدہ اٹھائیں۔ اور غیر از جماعت لوگوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیں۔ بلکہ ذی ثروت احباب سے تحریک کر کے غیر از جماعت دوستوں کے نام اخبار مفت جاری کرانے کی کوشش کریں — اس کے علاوہ ہر ایک مجلس انصار اپنے مقامی ضروریات کے فنڈ سے اخبار الفضل خرید کر غیر از جماعت لوگوں کے لئے وقف کر سکتی ہے جو بہت چھوٹی مجالس انصار ہیں اور اخبار الفضل نہ خرید سکیں وہ باہمی چندہ کر کے خطبہ نمبر خرید کر خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کے لئے دیں۔

الغرض اس بارہ میں زعماء صاحبان کو پوری توجہ سے کام لینا چاہیئے اور جو کچھ کوشش کی جائے اس کا تذکرہ اپنی ماہوار رپورٹ میں بھی کرتے رہیں۔

نوٹ:۔ روزنامہ الفضل کی سالانہ قیمت ۲۴ روپے اور خطبہ نمبر کی قیمت صرف پانچ روپے ہے۔

نائب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

درخواستہائے دُعا

(۱) عزیز شیخ احمد علی صاحب کے مقدمہ کی تاریخ سیشن جج صاحب راولپنڈی کے ہاں ۵ جون ۵۵ء مقرر ہے۔ احباب ان کی بریت کیلئے دردمندانہ دعاؤں کی درخواست ہے۔

فضل الرحمٰن حکیم افسر لنگر خانہ ربوہ

(۲) میرے والد محترم نیک محمد خانصاحب غزنوی کل پشاور سے چترال برادرم عبد الحمید صاحب مرحوم فلائنگ آفیسر جو کہ مہتر چترال کے ساتھ ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو شہید ہوئے تھے کے مزار پر دعا کے لئے جا رہے ہیں۔ والد صاحب کی صحت بھی کمزور ہے۔ ان کی صحت کے لئے اور بخیریت واپسی کیلئے دعا فرمائیں۔ لطیف غزنوی ربوہ

(۳) اس عاجزہ کی ہمشیرہ سردار بیگم بعارضہ بلڈ پریشر عرصہ دو سال سے بیمار ہے بزرگان سلسلہ اور درویشان قادیان دردِ دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔ فہمیدہ بیگم اہلیہ میاں عبد الرشید

چندہ جلسہ سالانہ ۱۹۵۵ء

جماعت احمدیہ کے قیام کے اغراض و مقاصد کو پورا کرنے کے لئے سالانہ جلسہ کا انعقاد بھی ایک اہم ذریعہ ہے اور اسے خود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شروع کیا تھا۔ جوں جوں وقت گذرتا جاتا ہے جلسہ سالانہ کے فوائد زیادہ نمایاں اور زیادہ وسیع ہوتے جاتے ہیں۔ جماعت کے لئے مجموعی طور پر تزکیہ نفس حاصل کرنے۔ پچھلے سال کے کام کا جائزہ لینے اور آئندہ کے پروگرام کے متعلق واقفیت حاصل کرنے اور سب سے بڑھ کر امام وقت کے ارشادات سے بہرہ ور ہونے کا اس سے اچھا موقعہ اور کوئی نہیں ہوتا۔

اس جلسہ کے اخراجات کے لئے رقم فراہم کرنے کی خاطر بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایام مبارک سے ہی چندہ جلسہ سالانہ ایک علیحدہ اور مستقل چندہ کے طور پر جاری ہے۔ جس کی شرح ہر دوست کی ماہوار آمد کا دس فیصدی ہے۔ گویا اگر کسی دوست کی آمد دو سو روپیہ ماہوار ہو تو اس کے ذمہ چندہ جلسہ سالانہ بیس روپے واجب الادا ہوگا۔ یہ چندہ جلسہ سالانہ تک باقساط بھی ادا کیا جا سکتا ہے لیکن ہمارے ملک کے مخصوص حالات کی وجہ سے یہ ضروری ہوتا ہے کہ ابتدائے سال میں ہی اجناس اور دوسری اشیاء مثلاً ایندھن وغیرہ خرید لئے جائیں تا اخراجات میں کفایت رہے۔ یوں بھی جلسہ سالانہ کے قریب جا کر اس کی ادائیگی مشکل ہو جاتی ہے۔

اندریں حالات میں جماعت کے تمام احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ابھی سے چندہ جلسہ سالانہ کے جمع کرنے میں پورے خلوص اور توجہ سے لگ جائیں اور جتنی جلدی ہو سکے اتنی رقم فراہم کر دیں کہ اجناس اور دوسری اشیاء جن کے خریدنے کا اب موقعہ ہے ان کے لئے وہ رقم کافی ہو سکے۔ یہ بھی یاد رہے کہ جلسہ سالانہ کا چندہ لازمی ہے۔ پس جس طرح چندہ عام اور حصہ آمد کے بقایا جات وصول کرنے ضروری ہیں اسی طرح جلسہ سالانہ کے بقایاجات کی وصولی کا بھی انتظام کیا جائے۔

ناظر بیت المال ربوہ

مرکز سلسلہ میں ذبیحہ قربانی

بعض دوست ہر سال ہمیں روپیہ بھیجتے ہیں کہ ان کی طرف سے قربانی کا جانور ذبح کر کے گوشت ان کی منشاء کے مطابق تقسیم کر دیا جائے جو کہ ہم کر دیتے ہیں۔ اب کے بھی جو دوست ایسا کرنا چاہیں وہ ہمیں روپیہ بھیج دیں ہم انشاء اللہ ان کے حسب منشاء گوشت تقسیم کرا دیں گے۔

ایک متوسط درجہ کا بکرا یا چھترا ۲۵ روپے سے کم میں نہیں آتا اور گائے کا حصہ ۲۰ - ۲۵ سے کم کا نہ ہوگا۔

یاد رہے کہ قربانی تبھی ہو سکتی ہے جب ہمیں پوری رقم بھیجی جائے۔ بعض دفعہ دوست کم رقم بھیجتے ہیں تو بڑی مشکل پیش آتی ہے۔ افسر لنگر خانہ ربوہ

گریجوایٹ تعلیم دین کیلئے زندگی وقف کریں

جامعۃ المبشرین میں مولوی فاضل پاس طلبہ کے علاوہ بی۔ اے پاس نوجوان تعلیم کے لئے داخل ہوتے ہیں جو چار سال تک تعلیم پانے کے بعد شاہد کی ڈگری حاصل کرتے ہیں اور خدمت دین کیلئے انہیں بیرونی ممالک میں بھیجا جاتا ہے

ظاہر ہے کہ زندگی کا بہترین مصرف یہی ہے کہ وہ خدمت دین میں صرف ہو اور انسان باعزت طور پر گذارہ کرنے کے ساتھ ساتھ آخرت کے لئے زاد راہ حاصل کرے۔ بی۔ اے کے نتائج شائع ہو چکے ہیں۔ کامیاب طلبہ میں سے ہونہار نوجوانوں کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ تعلیم دین اور خدمت اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔

پرنسپل جامعۃ المبشرین ربوہ

(۴) میرے ایک عزیز دوست سخت بیمار ہیں اور ہسپتال میں داخل ہیں۔ حالت تشویشناک ہے احباب صحت کاملہ کیلئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔ خورشید عباسی ہمشیرہ پیر محمد عباس سرمد سرگودھا

ارجنٹائن میں بغاوت

ارجنٹائن کی فوجوں نے ایک مرتبہ پھر صدر پیروں کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ اور باغی اور سرکاری فوجوں میں جنگ جاری ہے۔ باغی فوج کے طیاروں نے گورنمنٹ ہاؤس پر بھی بم برسائے۔ اگرچہ بونس ایرز ریڈیو کے دعوی کے مطابق باغی پسپا ہو چکے ہیں۔ اور ملک میں امن و امان قائم ہو گیا ہے۔ ہنگامی حالات بدستور موجود ہیں۔ اور ارجنٹائن کے دوسرے بڑے شہر روزاریو پر باغیوں کا قبضہ ہے۔ بونس ایرز کی بندرگاہ میں بحری جہازوں کی آمد و رفت مکمل طور پر بند ہے۔

صدر پیروں نے ایک نشری تقریر میں اطمینان ظاہر کیا ہے۔ کہ بغاوت صرف بحری فوج نے کی تھی۔ اور بری فوج حکومت کی پوری پوری وفادار رہی۔ اس بغاوت میں کوئی دو سو سے زائد اشخاص ہلاک اور ایک ہزار سے زائد زخمی ہو چکے ہیں۔ سو سے زائد فوجی افسر فرار ہو کر یوروگوئے کی ریاست میں پناہ لے چکے ہیں۔

اس سے پہلے بھی ارجنٹائن کی فوج نے صدر پیروں کے خلاف ناکام بغاوت کی تھی۔ صدر پیروں کے خلاف موجودہ بغاوت کیتھولک کلیسیا کے خلاف ان کی مہم کے نتیجہ میں ہے۔ وہ کافی آزاد خیال واقع ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے دور حکومت میں چند ایسے اقدامات کئے ہیں۔ جن سے مذہبی حلقوں میں ان کے خلاف شدید جذبہ نفرت و عناد پیدا ہو چکا ہے۔ صدر پیروں کو موجودہ منصب تک پہنچانے میں ان کی آنجہانی اہلیہ ایوا پیروں کا بڑا دخل تھا۔ ایوا ایک اداکارہ تھیں۔ صدر پیروں نے ان کے زیر اثر اپنے ملک کے معاشرے میں کئی دور رس تبدیلیاں پیدا کرنے کی کوشش کی۔ حال ہی میں انہوں نے ارجنٹائن میں پہلا سرکاری قحبہ خانہ کھولنے کا اہتمام کیا۔ یہ بازار حسن ایک شاندار عالیشان عمارت میں قائم کیا جا رہا ہے۔ اور اس میں رہنے والی طوائفوں کو حکومت کی جانب سے تمام سہولتیں دی جائیں گی۔ اس اقدام سے کیتھولک حلقوں اور صدر پیروں کے درمیان نفرت کی خلیج اور وسیع ہو گئی۔ بعد ازاں صدر پیروں کی حکومت نے چند کیتھولک لیڈروں کو ملک سے خارج کر دیا۔ جس سے حکومت اور چرچ کی کشیدگی میں اور اضافہ ہو گیا۔ اور طرفین کے حامیوں میں جھڑپیں شروع ہو گئیں۔ جس نے بعد میں حکومت کے خلاف باقاعدہ بغاوت کی شکل اختیار کر لی۔ اور چرچ کے حامی فوجی دستے بھی اس میں شامل ہو گئے۔ ارجنٹائن کی اس بغاوت کے پیش نظر برازیل کی حکومت نے اپنی جنوبی علاقے کی سرحد پر فوجیں متعین کر دی ہیں۔ اور مزید کمک بھیجی جا رہی ہے۔ تا کہ ارجنٹائن کی جانب سے کسی گڑبڑ کی صورت میں برازیل کی سرحد کا تحفظ کیا جا سکے۔ اور امن و امان کو برقرار رکھا جا سکے۔

ارجنٹائن برازیل کے بعد جنوبی امریکہ کی سب سے بڑی ریاست ہے۔ ہسپانوی سیاحوں نے اسے سولھویں صدی کے اوائل میں دریافت کیا۔ اور اٹھارھویں صدی کے ربع اول تک اس پر ہسپانوی تسلط قائم رہا۔ بعد ازاں چند صوبوں کی کامیاب بغاوت کے نتیجہ میں اسے جمہوریہ قرار دے دیا گیا۔ اور ۱۸۵۳ء میں جمہوری آئین کا نفاذ عمل میں لایا گیا

ارجنٹائن سولہ صوبوں پر مشتمل ہے۔ تمام صوبے اپنے بیشتر داخلی معاملات میں آزاد و خود مختار ہیں۔ سولھواں صوبہ ۱۹۵۲ء میں صدر پیروں کی اہلیہ ایوا پیروں کے نام پر قائم کیا گیا تھا۔ اس سے پہلے صدر کے نام پر بھی ایک صوبہ قائم ہے۔

صدر پیروں کے خلاف مہم کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے۔ کہ ۱۹۴۹ء میں ملک میں جو نیا آئین نافذ کیا گیا۔ اس کے مطابق حکومت کو ملکی اقتصادیات کی تنظیم کے سلسلے میں وسیع اور غیر محدود اختیارات حاصل ہیں۔ صدر اور نائب صدر کا انتخاب چھ سال کے لئے ہوتا ہے۔ آئین کی رو سے ان کے لئے رومن کیتھولک اور ارجنٹائن کا پیدائشی شہری ہونا لازمی ہے۔ صدر پیروں پہلی مرتبہ فروری ۱۹۴۶ء میں اس عہدہ کے لئے منتخب ہوئے تھے۔

(باقی صفحہ ۸ پر)

روس اور مغربی جرمنی

روس نے حال ہی میں مغربی جرمنی کے چانسلر ڈاکٹر کونراڈ ایڈنائر کو روس آنے کی جو دعوت دی ہے۔ بعض حلقوں میں اس پر حیرت و تعجب کا اظہار کیا گیا ہے۔ کیونکہ روس نے مغربی جرمنی کو آزاد اور خود مختار حیثیت دینے کی ہر مرحلہ پر مخالفت کی تھی۔ اور اب بھی اس نے مشرقی جرمنی کو اپنے پنجۂ استبداد میں جکڑ رکھا ہے۔ لیکن مارشل سٹالن کے بعد روس کی خارجہ پالیسی میں جو ہمہ گیر تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ ان کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ اقدام روسی پالیسی سے عین ہم آہنگ نظر آئے گا۔

روس کی خارجہ پالیسی کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ تو یہ واضح ہوگا کہ وہ مغربی طاقتوں کے خلاف سرد جنگ کی جس پالیسی پر عمل پیرا تھا۔ وہ ناکام ہو چکی ہے۔ اب اس کی کوشش یہ ہے۔ کہ روس اور مغربی طاقتوں کے درمیان غیر جانبدار ملکوں کے بلاک کی ایک ایسی دیوار قائم کر دی جائے۔ جو روس کو سرد جنگ کے اثرات سے محفوظ رکھ سکے۔ مختلف ملکوں کے جن وفود کو حال ہی میں روس کا دورہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ انہوں نے اس امر کی تصدیق کی ہے۔ کہ روس کی زراعت و صنعت اس وقت اقتصادی بحران میں گرفتار ہے۔ اور مغربی ملکوں کے مقابلے میں وہاں ضروریات زندگی کی قیمتیں بہت زیادہ چڑھی ہوئی ہیں۔ اس لئے قدرتی طور پر روس کی خواہش ہے۔ کہ غیر جانبدار ملکوں سے تعلقات بڑھا کر اپنی مصنوعات کے لئے منڈیاں تلاش کی جائیں۔ اور مغربی بلاک کے مقابلے میں اپنی اہمیت برقرار رکھنے کے لئے غیر جانبدار ملکوں کا ایک بلاک قائم کیا جائے۔ آسٹریا کو آزادی دینے پر رضامندی یوگوسلاویہ سے تجدید تعلقات کی کوشش۔ چار بڑوں کی ملاقات پر آمادگی۔ تجارت سے راہ و رسم بڑھانے کی خواہش۔ اور اب مغربی جرمنی کے چانسلر کو روس آنے کی دعوت اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

یاد رہے روسی حکمران اب تک چانسلر ایڈنائر کو امریکی پٹھو۔ اور منتقم مزاج نازی لیڈر۔ اور مغربی جرمنی کو امریکی نوآبادی کہتے رہے ہیں۔ مگر اب بین الاقوامی ضروریات اور مصلحتوں نے انہیں مجبور کر دیا ہے۔ کہ وہ مارشل ٹیٹو کی طرح چانسلر ایڈنائر کی جانب بھی دست تعاون و مفاہمت دراز کریں۔ روس نے اب تک مغربی جرمنی کی حکومت کو بھی تسلیم نہیں کیا تھا۔ اور مغربی جرمنی کے متعلق تمام تر خط و کتابت وہ اب تک مغربی طاقتوں کے توسط ہی سے کرتا رہا ہے۔ اب چانسلر ایڈنائر کو دعوت دے کر اس نے یہ ضرور ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ مغربی جرمنی کی حکومت اور چانسلر ایڈنائر کی نمائندہ حیثیت کو تسلیم کرتا ہے۔

مغربی جرمنی سے روس کے نئے تعلقات کس نہج پر استوار ہوں گے؟ اس سوال کا جواب بھی آسٹریا اور یوگوسلاویہ سے روس کے نئے تعلقات کی روشنی میں دیا جا سکتا ہے۔ روس کی خواہش یہ ہے کہ اگر چانسلر ایڈنائر جرمنی کو روس اور مغربی طاقتوں کی کشاکش سے علیحدہ رکھنے اور اس کی غیر جانبدارانہ حیثیت کو برقرار رکھنے کا عہد کریں۔ تو روس مشرقی جرمنی اور مغربی جرمنی کا الحاق کرنے کو تیار ہے۔ سیاسی حلقوں کی رائے میں روس موجودہ بین الاقوامی صورت حال کے پیش نظر یہ تجویز پیش کرے گا۔ کہ مغربی جرمنی معاہدہ اوقیانوسی تنظیم (مغربی ملکوں کا دفاعی معاہدہ) سے علیحدہ ہو جائے۔ جس طرح مشرقی جرمنی کو وارسا پیکٹ (یورپ کے اشتراکی ملکوں کا دفاعی معاہدہ) سے علیحدہ رکھا گیا ہے۔ اس طرح جرمنی مشرق و مغرب کی کشمکش سے آزاد اور علیحدہ ہو جائے گا۔ اور اشتراکی اور مغربی طاقتوں کی جانب سے اس کی خود مختاری کے تحفظ کا یقین دلایا جا سکے گا۔

چانسلر ایڈنائر نے روس جانے کی پیشکش منظور کی ہے۔ کیونکہ اگر وہ اس پیشکش کو مسترد کر دیتے تو ان پر بجا طور پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی۔ کہ انہوں نے مغربی اور مشرقی جرمنی کے الحاق کی تجویز کو مسترد کیا ہے۔ اور اس طرح ان کے سیاسی مخالفین کو اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا۔ اور چانسلر ایڈنائر کو اگر اپنے ملک میں کسی وقت شکست نصیب ہو جائے۔ تو ان کے مخالفین جرمنی کی آزادی و خود مختاری کی قیمت پر کسی قسم کا سمجھوتہ بھی کر سکتے ہیں۔ اب وہ روسی حکمرانوں سے گفت و شنید ضرور کریں گے۔ اور اگر وہ آبرومندانہ شرائط پر جرمنی کا الحاق کرانے میں ناکام بھی رہے۔ تو کوئی انہیں یہ نہیں کہہ سکے گا۔ کہ انہوں نے ملک کے دو حصوں کو یکجا کرنے میں کوتاہی کا ثبوت دیا ہے۔ روس اور مغربی جرمنی میں اس مسئلہ پر کوئی سمجھوتہ ہو جائے گا۔ اس سلسلے میں ابھی کوئی پیشگوئی نہیں کی جا سکتی۔ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے۔ کہ ایسا سمجھوتہ مشکل ضرور ہے۔ کیونکہ روس اور مغربی طاقتوں کی کشمکش کے پیش نظر برطانوی وزیر اعظم مسٹر انتھنی ایڈن کے الفاظ میں۔ اگر جرمنی کو غیر جانبدار اور غیر مسلح رکھنا مقصود ہے۔ تو اس بات کی کون ضمانت دیگا۔ کہ مغربی جرمنی واقعی مسلح نہیں ہو رہا۔ اور اگر اسے غیر جانبدار رہنے کے ساتھ ساتھ مسلح ہونے کی اجازت بھی حاصل ہوگی۔ تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ غیر جانبدار رہے گا۔

(نوائے وقت ۲۲ جون ۵۵ء)

حاجیوں کا سامان

ممنوعہ و غیر ممنوعہ اشیاء کی فہرست

کراچی ۲۵ جون۔ پاکستان اور سعودی عرب کی حکومتوں نے پاکستانی حجاج کو ہدایت کی ہے کہ وہ حج کو جاتے اور حج سے واپس آتے وقت صرف وہی سامان اپنے ساتھ رکھیں جس کی ضروری طور پر کافی تشہیر کی گئی۔ دونوں ملکوں کی بندرگاہوں پر کسٹم افسر حاجیوں کے سامان کی جانچ پڑتال کرتے ہیں۔ سامان کا جو حصہ غیر قانونی طور پر حاجیوں کے قبضہ سے برآمد ہوتا ہے وہ بحق سرکار ضبط کر لیا جاتا ہے یا اس پر کسٹم محصول اور جرمانہ وصول کر لیا جاتا ہے جو اصل قیمت سے بہر حال دوگنا اور تین گنا ہوتا ہے۔

فرسٹ کلاس اور ہوائی جہاز سے سفر کرنے والے حاجیوں کو جاتے اور آتے وقت کسٹم میں ایک فارم پر تمام چیزوں کو لکھ کر دینا چاہیے۔ پانچ ہزار روپے کی مالیت تک استعمال کرنے کے زیورات اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں اور اس کو واپس بھی لایا جا سکتا ہے۔ مگر فارم پر اس کا اندراج ضروری ہے حج کا سفر عبادت اور ریاضت کا سفر ہے۔ اس میں جہاں تک ہو سکے بناؤ سنگھار سے باز رہنا چاہیے اس لئے اگر ممکن ہو تو کوئی زیور اپنے ساتھ نہ لے جایا جائے۔

سونا لے جانا اور لانا قانوناً جرم ہے کسٹم والے نہ صرف ضبط کر لیتے ہیں بلکہ مقدمہ چلاتے ہیں حاجیوں کو تاکید کی جاتی ہے کہ سونے کی یا سونے سے بنی ہوئی کوئی چیز ہرگز نہ لائیں۔ حاجی مندرجہ ذیل سامان اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔

(۱) ایک ٹرنک یا سوٹ کیس
(۲) ایک ہولڈال یا بوریا
(۳) ایک نئی ٹوپی۔
(۴) چار قمیضیں
(۵) چار نئے پاجامے
(۶) ایک نئی پگڑی۔
(۷) ۴۲ گز لانگ کلاتھ تھان۔
(۸) ایک مچھر دانی
(۹) ایک مارچ
(۱۰) ضروریات کے مطابق کھانا کھانے اور پکانے کے برتن وغیرہ
(۱۱) چھ عدد سوئیاں سینے کے لئے دھاگہ
(۱۲) مناسب مقدار میں دوائی
(۱۳) چار سیر گھی

ارجنٹائن میں بغاوت

(بقیہ صفحہ ۷)

۱۹۵۱ء میں وہ دوبارہ منتخب ہو گئے۔

ارجنٹائن کو جنوبی امریکہ کی سیاست میں سب سے زیادہ اہم حیثیت حاصل ہے کیونکہ صنعتی اور اقتصادی اعتبار سے کوئی اور ملک اس کے ہم پلہ نہیں۔ باشندوں کی غالب اکثریت یورپی نسل سے تعلق رکھتی ہے۔ اور صرف اطالوی نسل کی آبادی کی تعداد ۲۵ فیصدی سے زیادہ ہے۔ اسی وجہ سے ارجنٹائن کے تعلقات دوسرے یورپی ملکوں کے مقابلے میں اٹلی اور ہسپانیہ سے نہایت اچھے رہے ہیں۔ گذشتہ ۲۵ سال سے ارجنٹائن فوجی انقلابات کی دست بردمیں گرفتار ہے۔

سوڈان میں خوفناک طوفان

قاہرہ ۲۶ جون۔ بندرگاہ سوڈان کے شمال میں تقریباً ۵۰ میل کے فاصلے پر توکر کے علاقہ میں ریت کا ایک چار روزہ خوفناک طوفان آیا جس سے ۱۰ افراد اور بہت سے اونٹ ہلاک ہو گئے۔

حکومت پنجاب پانی کی فراہمی کیلئے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپے خرچ کریگی

لاہور ۲۷ جون۔ حکومت پنجاب ملتان۔ ڈیرہ غازیخاں مظفر گڑھ اور لائلپور کے اضلاع میں بڑے پیمانے پر پانی کی فراہمی اور گندے پانی کی نکاسی کی سکیموں پر تقریباً ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپے خرچ کر رہی ہے۔ اس رقم کا ایک بہت بڑا حصہ ملتان کے قریب دو نوائی بستیوں کے اخراجات تعمیر صوبائی اور مرکزی دونوں حکومتوں نے نصف نصف برداشت کئے ہیں۔ گندے پانی کی نکاسی کے لئے ملتان ہیلتھ سب ڈویژن تقریباً ایک کروڑ دس لاکھ روپے کے خرچ سے ایک سکیم شروع کر رہا ہے۔ جن سکیموں پر یہ رقم خرچ کی جا رہی ہے۔ ان میں ملتان کی گندے پانی کی سکیم خانیوال کے گندے پانی کی سکیم کی توسیع۔ بورے والہ سکیم کی توسیع۔ پاکپتن کی سکیم مظفر گڑھ ٹاؤن سکیم اور قلعہ آرو کی سکیم شامل ہے۔ مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازیخاں کے علاقوں میں پانی کی فراہمی کے موجودہ نظام کی توسیع کے لئے ۵۰ لاکھ روپے صرف کئے جا رہے ہیں۔ لائلپور کے نواحی علاقوں اور ٹوبہ ٹیک سنگھ میں پانی فراہمی کی توسیع اور گندے پانی کی نکاسی کے لئے تقریباً ساڑھے سات لاکھ روپے خرچ کئے جائیں گے۔

بقیہ لیڈر (صفحہ ۲ سے آگے)

جماعت اسلامی کے اس اقدام کی مذمت کرتی ہے۔ اور اس کے خلاف پُر زور احتجاج کرتی ہے۔

اگر کسی وکیل نے اس ایڈریس پر دستخط کئے ہیں۔ تو اس نے ایسا ذاتی حیثیت میں کیا ہے۔ ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن کے رکن کی حیثیت سے نہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ ایسوسی ایشن کے سیکرٹری نے سکرٹری کی حیثیت سے ایڈریس پر دستخط کئے یہ خبر قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔ ہم اس کی پُر زور تردید کرتے ہیں۔

سید غضنفر علی بخاری ایڈووکیٹ سکرٹری بار ایسوسی ایشن سرگودھا۔

(ملت صفحہ ۲ مورخہ ۲۶ جون ۱۹۵۵ء)

یہ پراپیگنڈا اس لئے کیا گیا تھا۔ کہ عوام پر اثر پڑے۔ کہ قانون دان لوگ بھی مودودی صاحب کے گذشتہ کردار پر جو انہوں نے فسادات پنجاب کے دوران میں دکھایا اور جیل میں دکھایا۔ صاد کرتے ہیں۔ اور ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ حالانکہ یہ بات غلط تھی۔ اور محض پراپیگنڈا تھا۔ اب غور فرمایئے مودودی صاحب "اسلام" کے نام پر کھڑے ہوئے ہیں۔ گروہ بزور اور سیاست سے اسلام کو برسر اقتدار لانا چاہتے ہیں۔ اس لئے انہیں مجبوراً وہی طریق کار اختیار کرنا پڑا ہے۔ جو سیاستدان اپنی پارٹی کو برسر عروج لانے کے لئے کرتے ہیں۔

یہ تو ہم نے صرف ایک مثال دی ہے۔ ورنہ مودودی صاحب کی سرگرمیوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ہر موڑ پر آپ کو یہ طلسمات نظر آئیگا۔ آپ دیکھیں گے۔ کہ وہ ہر اس عنصر سے گٹھ جوڑ کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ خواہ اس کی آئیڈیالوجی اسلام سے کتنی ہی متضاد ہو۔ جو موجودہ حکومت کے خلاف تخریبی سرگرمیوں کو جائز سمجھتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ گنجی اور میاں افتخار الدین سے بھی شیر و شکر ہونے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ اور احرار کی ہنگامہ خیز یوں بھی زمام قیادت تک سنبھالنے کے لئے تیار۔ ہم مودودی صاحب اور جماعت اسلامی سے عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ ایک دفعہ پھر اپنا جائزہ لیں۔ کہ آیا ان کا طریق کار اسلام کو فائدہ پہنچانے والا ہے۔ یا نقصان دینے والا۔ اور آیا مسٹر سکندر مرزا نے جو یہ کہا تھا۔ کہ سیاست کو دین سے الگ رکھوانا ہوگا۔ یہ بات دانشمندانہ اور احیائے اسلام کیلئے مفید ہے یا نہیں؟

خدام الاحمدیہ ربوہ کا ماہانہ جلسہ

ربوہ کی مجلس خدام الاحمدیہ کا ماہانہ جلسہ ۲۸ جون کو بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں منعقد ہو رہا ہے۔ براہ مہربانی جملہ اراکین بروقت پہنچ کر شکریہ کا موقعہ دیں۔

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ)

درخواست دعا

ہمارے بزرگ ڈاکٹر محمد حسین صاحب تقریباً دو ماہ سے بیمار ہیں۔ اور اپریشن کے لئے لاہور تشریف لے گئے تھے۔ اپریشن کامیاب ہوا ہے۔ کچھ افاقہ ہے۔ احباب ان کی کامل صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ نیز میرے بچے کئی دنوں سے بیمار ہیں۔ ان کی صحت کے لئے بھی دردِ دل سے دعا فرمائیں۔ (خواجہ محمود احمد جڑانوالہ)

مرکز احمدیت قادیان حال ربوہ کا قوم کی خدمت کرنیوالا واحد دواخانہ خدمت خلق ہے اس کی خدمات سے فائدہ اٹھائیں